انتہاء پسندی کی روک تھام

تعلیماتِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

حضرت مولانا امداد اللہ صاحب دامت برکاتہم (ناظم تعلیمات جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور رکن اسلامی نظریاتی کونسل) نے یہ مقالہ مؤرخہ ۷؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو اوقاف، مذہبی امور اور زکوۃ وعشر ڈِپارٹمنٹ (حکومتِ سندھ) کی جانب سے منعقدہ ''صوبائی سیرت النبی کانفرنس'' میں پیش کیا۔ موضوع کی اہمیت اور حساسیت کے پیشِ نظر افادۂ قارئین کے لیے بطور ''بصائر وعبر'' پیشِ خدمت ہے۔ (ادارہ)

معزز مہمانانِ گرامی اور محترم حاضرین!　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انتہاء پسندی کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں اپنی اُمت کو کیا تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں؟ اس پر کچھ عرض کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انتہاء پسندی کی تعریف اور اس کی حدود وِاربعہ پر کچھ بات کی جائے۔

انتہاء پسند (جسے انگریزی میں ''Extremist'' کہتے ہیں) لغت میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا چیز کی انتہاء چاہتا ہو، یہ اعتدال پسند ''Moderate'' کی ضد ہے، لفظ کے ظاہر سے اس کا مفہوم ومعنی بہت وسیع ہے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ لفظ صرف مذہب کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے، حالاں کہ اس لفظ کے دامن میں مذہب، سیاست، معاشرت، اخلاق، عقائد واعتقادات اور کئی دیگر شعبے بھی آسکتے ہیں۔

ہمیں ان اسباب اور وجوہات پر غور کرنا چاہیے جو انتہاء پسندی کا باعث بنتی ہیں، کوئی بھی انسانی اور اسلامی معاشرہ ایک خاندان کی طرح ہوتا ہے، جس کے افراد ایک دوسرے سے باہمی تعاون، تحمل و برداشت اور بھائی چارے کی بنیاد پر منسلک ہوتے ہیں۔ جب کسی معاشرے میں طبقاتی تقسیم شروع ہوجائے، معاشی عدم مساوات عام ہوجائے اور ذاتی مفادات کی خاطر ملی وقومی مفادات کو پامال کیا جانے لگے تو نتیجتاً انتہاء پسندی کی وبا پھیلتی ہے۔ آج دنیا میں انتہاء پسندی کا لفظ زبان زدِ عام وخاص ہو چکا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو طاقتیں اس انتہاء پسندی کے حوالے سے زیادہ غیر معمولی حساسیت کا مظاہرہ کررہی ہیں، انہی طاقتوں کی غیر مساویانہ بلکہ میں صاف کہوں گا کہ انتہاء پسندانہ پالیسیوں نے دنیا کو تباہی کے دَہانے تک لاکھڑا کیا ہے۔ آج چوں کہ ''میڈیا وار'' اور ''ڈپلومیسی'' کا دور دورہ ہے، اب میدانوں سے زیادہ دیگر محاذوں پر جنگیں لڑی جارہی ہیں، اس لیے اسلام دشمن قوتیں اپنے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کا سہارا لے کر سارا ملبا مظلوم مسلمانوں پر ڈال دیتی ہیں۔

حالاں کہ یہ حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین اور نظام کا مقصد پوری انسانیت کی فلاح اور ترقی تھا، آپ ﷺ نے اسلامی معاشرے کو ایک ایسی عمارت سے تشبیہ دی ہے جس کا ہر حصہ باقی اجزاء کو سہارا دیتا ہے اور مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند قرار دیا ہے، جس کا ہر عضو دوسرے اعضاء کی تکلیف کو محسوس کرتا اور اُسے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

چوں کہ فرقہ بندی، علاقائیت، قومیت، صوبائیت اور لسانیت کی سوچ سے ایک اسلامی معاشرے کو بے حد نقصان پہنچتا ہے، اور اغیار کی بھی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس طرح کے باہمی اختلافات پیدا کرکے مسلمانوں میں انتشار پھیلائیں۔ تعلیماتِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نے ان سارے راستوں کو بند کردیا ہے جن سے انتہاء پسندانہ سوچ جنم لیتی ہے۔ حکمرانوں کی اطاعت اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جڑے رہنے کے سلسلے میں ارشاداتِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) مشعلِ راہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے تعصب پسندی کی حوصلہ شکنی فرمائی، مسلمانوں اور مسلمانوں کے ملکوں میں رہنے والی اقلیتوں کے قتل و قتال میں ملوث لوگوں کے لیے انتہائی سخت الفاظ بیان فرمائے، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

''عن أبی قیس بن ریاح عن أبی هريرةؓ عن النبی – صلى الله عليه وسلم – أنهٗ قال: من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات، مات ميتةً جاهليةً، ومن قاتل تحت راية عمية يغضب لعصبية أو يدعو إلىٰ عصبية أو ينصر عصبية، فقتل فقتلة جاهلية ومن خرج علىٰ أمتی يضرب برها وفاجرها ولا يتحاش من مؤمنها ولا يفی لذی عهد عهدهٗ فليس منی ولست منه۔''

(صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب الأمر بلزوم الجماعۃ عند ظہور الفتن، ج:۶، ص:۲۰، ط: دار الجیل)

''نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جو شخص حکمرانِ وقت کی اطاعت سے باہر نکل آئے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو اور اسی حالت میں اُسے موت آئے تو یہ شخص جاہلیت کی

موت مرا۔ جو شخص عصبیت کی خاطر اندھا دھند کسی کے جھنڈے تلے لڑے، عصبیت کی طرف بلائے یا عصبیت کے لیے معاون بنے اور اس دوران وہ قتل ہوجائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ جو شخص میری اُمت کے خلاف برسرِپیکار نکلے، نیک و بد کی تمیز کیے بغیر ہر شخص کو قتل کرتا پھرے، کسی مؤمن سے اپنی تلوار کو نہ بچائے اور نہ ہی کسی ذمی کے عہد کو پورا کرے تو نہ اُس کا مجھ سے کوئی تعلق اور نہ میرا اُس سے کوئی تعلق ہے۔''

اسلام کی اعتدال پسندی یہ ہے کہ وہ اپنی جان و مال، دین و وطن کے دفاع اور تحفظ کے لیے سینہ سپر رہنے کی تلقین بھی کرتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ کسی فرد یا قوم سے کسی دوسرے فرد یا قوم کو بلاقصور کوئی تکلیف نہ پہنچے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری آسمانی دین کو جن بے شمار خصوصیات اور امتیازات سے نوازا اُن میں ایک وصفِ خاص اور ایک طرّہ امتیاز یہ ہے کہ اس کا ہر حکم معتدل اور متوسط ہے اور اِفراط وتفریط سے پاک ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

''وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ أُمَّةً وَّسَطًا۔'' (البقرۃ:۱۴۳)

''اور اسی طرح ہم نے تم کو متوسط اور معتدل اُمت بنایا ہے۔''

وسط اور اعتدال دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ لغت کی تصریحات کے مطابق اعتدال اور توسط کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کے دو متضاد اور بالمقابل پہلوؤں کے درمیان کا حصہ اس طرح اختیار کیا جائے کہ ان دونوں پہلوؤں میں سے ہر ایک دوسرے پر غالب نہ آئے اور کسی بھی مرحلے میں افراط یا تفریط کا احساس نہ ہو۔ اسلام کا یہ وصفِ اعتدال ہمیں تمام تعلیمات میں نظر آتا ہے، خواہ وہ تعلیمات عملی ہوں یا اعتقادی، خواہ اُن کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، ہر معاملے میں اسلام یہی کہتا ہے کہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو۔

گزشتہ اُمتیں عقائد کے باب میں ہمیں دو انتہاؤں پر نظر آتی ہیں: بعض اُمتوں نے اپنے نبی کے بالکل واضح اور روشن معجزات دیکھنے کے باوجود اُن کا انکار کیا، دوسری طرف کچھ اُمتیں وہ تھیں جنہوں نے اپنے پیغمبر کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ اُمتِ مسلمہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ پر نہ صرف کامل ایمان لاتی ہے، بلکہ اُن کے لیے اپنی جان، مال، عزت وآبرو لٹانے پر تیار ہے، لیکن دوسری طرف اللہ کو اللہ اور اپنے رسول کو رسول مانتی ہے۔

عمل کے باب میں تمام اُمتوں کے احوال پر نظر ڈالی جائے تو صرف اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ہی جادۂ اعتدال پر کھڑی نظر آتی ہے۔ باقی اُمتوں کا حال یہ ہے کہ ایک طرف تو ان اُمتوں کے کچھ لوگ آسمانی شریعت کے خلاف صف آراء نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ انجیل اور تورات جیسی آسمانی کتابوں کے احکام میں بھی وہ چند سکوں کے عوض تبدیلی کرنے سے گریز نہیں کرتے، دوسری طرف کچھ

لوگ ایسے نظر آتے ہیں جن کی نظر میں شریعت کی اتباع اور ترکِ دنیا دونوں لازم وملزوم ہیں۔

اسلام عبادت کی تلقین تو کرتا ہے، لیکن نہ اس قدر کہ آدمی عبادت کی خاطر سب کچھ چھوڑ بیٹھے، اس سلسلے میں وہ مشہور واقعہ پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باہم طے کیا، ایک نے کہا کہ: میں دن میں مسلسل روزے رکھوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ: میں رات کو لگاتار نمازیں پڑھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ: میں نکاح نہیں کروں گا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے نکاح بھی کیے اور میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اس ارشادِ مبارک کا منشأ یہی ہے کہ اسلام کو ہر معاملے میں اعتدال مطلوب ہے، آپ روزہ بھی رکھیں اور افطار کرکے اپنے جسم کو پاکیزہ وحلال غذاؤں سے لطف اندوز ہونے کا موقع بھی فراہم کریں، آپ نمازیں بھی پڑھیں، لیکن نیند کے ذریعے اپنے بدن کو آرام بھی دیں:

''حدثنا سعيد بن أبي مريم ، أخبرنا محمد بن جعفر ، أخبرنا حميد بن أبي حميد الطويل أنه سمع أنس بن مالك – رضي الله عنه – يقول: جاء ثلاثة رهط إلٰی بيوت أزواج النبي صلى الله عليه وسلم يسألون عن عبادة النبي صلى الله عليه وسلم فلما أخبروا كأنهم تقالوها، فقالوا: وأين نحن من النبي صلى الله عليه وسلم، قد غفر لهٗ ماتقدم من ذنبه وما تأخر. قال أحدهم: أما أنا فإني أصلي الليل أبدا وقال آخر: أنا أصوم الدهر ، ولا أفطر وقال آخر: أنا أعتزل النساء ، فلا أتزوج أبدا ، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : أنتم الذين قلتم كذا وكذا ؟ أما والله ! إني لأخشاكم لله وأتقاكم لهٗ ، لكني أصوم وأفطر وأصلي وأرقد وأتزوج النساء ، فمن رغب عن سنتي فليس مني۔'' (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ج:۷، ص:۲، ط: دار الشعب)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین افراد نبی کریم ﷺ کی عبادت کی بابت استفسار کے لیے نبی کریم ﷺ کی ازواج کے پاس تشریف لائے، جب اُنہیں نبی کریم ﷺ کی عبادت کے متعلق بتلایا گیا تو انہوں نے اسے کم سمجھتے ہوئے کہا کہ: کہاں ہم اور کہاں نبی اکرم ﷺ ؟! ان کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہوچکے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ: میں پوری زندگی ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ: میں ساری عمر روزہ رکھوں گا۔ تیسرا بولا کہ: میں عورتوں سے دور رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ: تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کہی ہیں؟! بخدا! میں تم لوگوں سے زیادہ خدا کا خوف اور تقویٰ رکھتا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، (یہ میرا طریقہ ہے) جو شخص میری سنت اور طریقے سے منہ موڑے گا، اس کا مجھ سے کچھ لینا دینا نہیں۔''

معاشرتی اعتدال کا نمونہ دیکھنا ہو تو اقلیتوں کے تحفظ کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو دیکھ لیا جائے کہ اسلام اُنہیں کیا حقوق فراہم کرتا ہے:

’’حدثنا سليمان بن داود المهري ، أخبرنا ابن وهب ، حدثني أبو صخر المديني ، أن صفوان بن سليم ، أخبرهٗ عن عدة من أبناء أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ، عن آبائهم دنية عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال : ألا من ظلم معاهدا ، أو انتقصهٗ ، أو كلفهٗ فوق طاقته ، أو أخذ منه شيئًا بغير طيب نفس ، فأنا حجيجهٗ يوم القيامة ۔‘‘ (سنن أبي داود، کتاب الجهاد، ج:۳،ص:۱۷۰، ط: دار الفکر)

’’نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خوب سن لو! جو شخص مسلمانوں کے ملک میں رہنے والے کسی معاہد اور ذمی پر ظلم کرے، اس کی توہین کرے، اسے اس کی وسعت اور طاقت سے زیادہ کا مکلف بنائے یا اس سے کوئی چیز اس کی رضامندی کے بغیر لے گا تو میں قیامت کے دن اس غیر مسلم کے ساتھ ہو کر اس مسلمان سے حق کا مطالبہ کروں گا۔‘‘

جنگ کے جذباتی ماحول میں، جہاں ایک دوسرے کے خلاف انتہائی قدم اُٹھانے سے کوئی دریغ نہیں کرتا، وہاں بھی اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اعتدال کی راہ دکھائی ہے، چنانچہ مجاہدینِ اسلام کے لیے جنگ کے آداب وضع کیے گئے، حکم دیا گیا کہ کسی بوڑھے، عورت اور بچے کو قتل نہ کرو، انسانیت کی توقیر واحترام کا درس دیا گیا کہ قتل ہونے کے بعد اپنے جانی دشمن کے اعضاء نہ کاٹو:

’’عن خالد بن الفزر ، حدثني أنسؓ بن مالك ، أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال : انطلقوا باسم اللّٰه وباللّٰه وعلى ملة رسول اللّٰه ، ولا تقتلوا شيخًا فانيًا ولا طفلا ولا صغيراً ولا امرأةً ، ولا تغلوا ، وضموا غنائمكم ، وأصلحوا وأحسنوا إن اللّٰه يحب المحسنين ۔‘‘ (سنن أبي داود، کتاب الجهاد، ج:۳،ص:۳۷، ط: دار الفکر)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے مجاہدینِ اسلام کو احکام دیتے ہوئے فرمایا کہ: اللہ کا نام لے کر اللہ پر بھروسہ کرکے اور اُس کے رسول ﷺ کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے جاؤ، بوڑھے ضعیف شخص، بچے اور عورت کو قتل مت کرنا، مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا، (بلکہ) مالِ غنیمت کو اِکھٹے رکھنا، اصلاح کرنا اور نیک کام کرنا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند کرتے ہیں۔‘‘

’’ثم أمر النبي صلى اللّٰه عليه و سلم بلالا أن يدفع إليه اللواءَ فحمد اللّٰهَ و صلى على النبي صلى اللّٰه عليه و سلم ، ثم قال : خذ ابن عوف فاغزوا جميعا في سبيل اللّٰه ، فقاتلوا من كفر باللّٰه، لا تغلوا و لا تغدروا و لا تمثلوا و لا تقتلوا وليدا، فهذا عهد اللّٰه و سيرة نبيه صلى اللّٰه عليه و سلم ۔‘‘ (المستدرک علی الصحیحین، ج:۴،ص:۵۸۲، ط: دار الکتب العلمیۃ)

’’نبی کریم ﷺ نے (حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر پر بھیجتے وقت) حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اُنہیں جھنڈا دے دو، پھر آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: یہ جھنڈا لو اور سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں جاکر اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں سے لڑو، مالِ غنیمت میں خیانت مت کرنا، دھوکہ مت دینا، کسی مقتول کا مثلہ نہیں کرنا (ناک کان مت کاٹنا)، کسی بچے کو قتل نہیں کرنا، یہی اللہ کا عہد اور اُس کے نبی ﷺ کی سیرت اور طریقہ ہے۔''

فتنہ وفساد اور قتل ناحق کے بارے میں اسلام سے زیادہ کسی مذہب نے اس کی مذمت نہیں کی۔ اسلام سراپا امن والا مذہب ہے، اسلام ہر طرف امن وسلامتی دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام سے زیادہ افہام وتفہیم کا قائل کوئی دوسرا مذہب نہیں ہے۔ اسلام میں نہ جبر واکراہ ہے، نہ ظلم وزیادتی ہے، نہ حق تلفی اور ناانصافی ہے، بلکہ ہر معاملے میں اس کا رویہّ مصالحت آمیز اور روادارانہ ہے۔

انتہاء پسندی کی روک تھام کے لیے ریاست پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ:

۱:- ریاست ایسا ماحول فراہم کرے کہ مسلمان باہم اُخوت و بھائی چارہ کو فروغ دیں، اور آپس کے ٹکراؤ اور اختلاف وانتشار کے تمام اسباب سے دور رہیں۔

۲:- سادگی کو فروغ دیں، اس لیے کہ سادگی اسلامی معاشرے ہی کی نہیں، بلکہ ہر معقول معاشرے کی ضرورت ہے۔

۳:- اسراف اور فضول خرچی سے اجتناب کریں، کیوں کہ اسراف سے صرف تکبر اور سرکشی ہی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ اس سے معاشرے میں طبقاتی منافرت اور انتہاء پسندانہ رویہ بھی پیدا ہوتا ہے جو معاشرتی زندگی کے لیے زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۴:- ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایک ایسا معاشی وسماجی نظام یقینی بنایا جائے جہاں غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر نہ ہو اور رزقِ حلال کمانے کے مواقع سب کو مساوی طور پر میسر ہوں۔

۵:- ریاست کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ امن واَمان کی صورتِ حال کو بہتر بنائے، بدامنی کی بنا پر جانوں کے عدم تحفظ کا احساس بھی انتہاء پسندانہ سوچ پیدا کرتا ہے۔

۶:- مسلم حکومتیں، ریاستی اور عالمی سطح پر اسلام کے متعلق اسلام دشمنوں کا پھیلایا ہوا منفی تأثر دور کرنے کے لیے اپنے وسائل استعمال کریں اور عالمی پلیٹ فارموں پر بلاجھجک کھل کر اسلام اور مسلمانوں کا موقف پیش کریں، اور مسلمانوں کے دامن پر لگائے گئے بے جا الزامات کا مقدمہ لڑیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیغمبرِ اسلام کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....